جب اپنے گھر میں عزت نہ رہے!

تنویر قیصر شاہد(tqshahid@yahoo.com)

ہمارے ایک سابق جرنیل نے مشرقی پاکستانیوں کو سبق سکھانے اور ان کا سر جھکانے کے لیے کہا تھا کہ ہمیں انسان نہیں زمین چاہئے لیکن ان جنرل صاحب کا یہ اعلان خام اور جھوٹا ثابت ہوا۔ وہ جنہیں سبق سکھانے کے لئے گئے تھے وہ تو آج بھی موجود ہیں اور ان کی زمین بھی وہیں ہے لیکن اعلان کرنے والوں کو کس عبرتناک انجام کا سامنا کرنا پڑا، اس کا احوال پاکستان اور بنگلہ دیش کی تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ کوئی خطہ محض زمین کا ٹکڑا تو رہے لیکن وہ انسانوں سے خالی رہے؟ لیکن ایسا سوچا بھی گیا اور طاقت کے نشے میں اس پر عمل بھی کیا گیا۔ اگرچہ عوام ہی نہ رہیں تو حکمران کس پر اپنے ہاتھ سیدھے کرسکیں گے؟ خصوصاً غیر منتخب اور غیر جمہوری حکمران کس پر اپنی حاکمیت کا رعب جما سکیں گے؟ ریاست کا کام یہ ہے کہ اپنے شہریوں کو بلا امتیاز مذہب و نسل و رنگ تحفظ فراہم کرے، انہیں غیر ملکی جارحیتوں سے بچائے اور اگر کوئی ریاست کے شیرہ پر ہاتھ ڈالتا ہے تو اس کا تعاقب کرے۔ اگر کوئی ریاست اس کے برعکس کردار ادا کرتی ہے تو وہ اور تو سب کچھ ہوسکتی ہے، غیرت مند ریاست نہیں کہلا سکتی۔ ہمارے سامنے مرزا طاہر حسین کی مثال بطور ثبوت موجود ہے۔ یہ پاکستانی نژاد برطانوی شہری 18 سال قبل قتل کے مقدمے میں راولپنڈی پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہوا، سیشن کورٹ، ہائیکورٹ، شرعی عدالت اور سپریم کورٹ میں اس کے خلاف مقدمہ چلا اور ہر عدالت نے قاتل قرار دے کر اسے سزائے موت کا حکم سنایا۔ صدر جنرل پرویز بھی اس کی سزائے موت مسترد کر چکے تھے کہ میں قانون کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔

لیکن ہوا اس کے برعکس۔ مرزا طاہر حسین کو پہلے 3 مئی اور پھر 3 اگست 2006ء کو پھانسی دی جانی تھی کہ اس دوران برطانیہ کی طرف سے حکومت پاکستان پر بار بار دباؤ ڈالا گیا کہ اس کے شہری کی سزائے موت معاف کردی جائے۔ اپنے شہری کی جاں بخشی کرانے کے لیے برطانیہ کا ولی عہد شہزادہ چارلس بھی پاکستان آیا اور برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کو بھی اس بہانے پاکستان کا دورہ کرنا پڑا۔ مرزا طاہر حسین برطانوی شہزادے اور برطانوی وزیراعظم کا ہم مذہب بھی نہ تھا لیکن انہوں نے اپنے شہری کی زندگی بچانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ آخر ہمارے صدر صاحب نے اس دباؤ کے تحت اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور مرزا طاہر حسین کی سزائے موت کو عمر قید میں بدل دیا گیا۔ جس روز برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر پاکستان اتر رہے تھے، اس شام مرزا طاہر حسین کو وی آئی پی مسافر کی حیثیت میں حکومت پاکستان برطانیہ بھجوا رہی تھی۔ اپنے ملک کے ایک عام شہری کو بچانے کے لئے یہ برطانیہ کی ایک بے مثال فتح تھی۔ برطانوی حکومت نے مرزا طاہر حسین کو رہا کرنے کے لئے کبھی نہیں کہا تھا بلکہ یہ مطالبہ کیا جاتا تھا کہ مرزا طاہر کو سزائے موت نہ دی جائے لیکن حکومت پاکستان نے مزید وسیع الظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اس کی سزائے موت کالعدم قرار دے دی بلکہ اسے رہا کر کے برطانیہ بھی بھجوا دیا۔ سوال یہ ہے کہ ایک برطانوی شہری کو بچانے کے لئے برطانیہ کے حکمران نے جتنی تگ و دو کی، کیا پاکستان کے حکمران اپنے کسی شہری کی زندگی بچانے

کے لئے اتنی اعلیٰ سطحی کوششیں متواتر اور تسلسل کے ساتھ کر سکتے تھے؟

ہم سب جانتے ہیں کہ اس کا جواب کیا ہے لیکن ستم کی بات یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے اپنے ہی ملک میں بسنے والے اپنے بے گناہ شہریوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا تا کہ دہشت گردی کے خلاف برپا کردہ امریکی جنگ میں سرخرو ہوسکیں اور امریکی حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کی جاسکے۔اس ضمن میں کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن تازہ ترین مثال عبدالرحیم مسلم دوست کی سامنے آئی ہے۔عبدالرحیم پیشے کے اعتبار سے اخبار نویس ہے لیکن پاکستان کے حکمرانوں نے اسے اور اس کے بھائی بدرالزماں بدر کو کڑی سزا دی ہے۔نومبر 2001ء میں دونوں بھائیوں کو پشاور سے پاکستان کی ایک خفیہ ایجنسی نے یہ الزام لگا کر پکڑ لیا کہ ان کا تعلق ''القاعدہ'' سے ہے۔جس وقت انہیں گرفتار کیا گیا، اس وقت دونوں بھائی نماز ادا کر کے مسجد سے نکل رہے تھے۔گرفتاری کے بعد انہیں پاکستانی حاکموں نے امریکی فوج کے حوالے کر دیا جو انہیں پہلے کئی ماہ تک افغانستان میں تشدد کا نشانہ بناتے رہے اور بعد ازاں انہیں گوانتانامو بے کی عالمی سطح پر بدنام زمانہ امریکی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔بہت سے بے قصوروں کی طرح یہ دونوں بے قصور بھائی، عبدالرحیم مسلم دوست اور بدرالزماں بدر، بھی پانچ سال تک گوانتانامو بے کی قید میں تعصب اور تشدد کا نشانہ بنتے رہے۔بعد ازاں امریکیوں نے انہیں بے گناہ قرار دیا اور یوں گزشتہ سال کے آغاز میں دونوں رہا کر کے پشاور بھیج دیے گئے۔جس وقت یہ دونوں بھائی سرحد کے صوبائی دارالحکومت پہنچے ان کی ہیئت کذائی دیدنی تھی۔امریکیوں نے ان سے جو سلوک کیا تھا، اس کی گواہی ان کے بدن دے رہے تھے۔

لیکن ان کی آزمائش کی گھڑیاں ختم نہیں ہوئیں اب عبدالرحیم مسلم دوست نے پشتو زبان میں ایک کتاب ''دگوانت ناموتی زولینی''، یعنی ''گوانتانامو بے کی ٹوٹی زنجیریں''، لکھی ہے، جس میں گرفتاری کے لمحات سے لے کر رہائی تک کی ساری داستان رقم کر دی گئی ہے۔پاکستان کی اس خفیہ ایجنسی کا نام لے کر پوری کہانی ''شرح صدر'' کے ساتھ لکھ دی گئی ہے جس نے انہیں چند ڈالروں کے عوض امریکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔عبدالرحیم اور ان کے بھائی بدرالزماں کا کہنا ہے کہ جب یہ کتاب اشاعت کے مراحل سے گزر رہی تھی تو پشاور میں خفیہ ایجنسی کے سینئر لوگ بار بار ان کے گھر آتے رہے کہ یہ کتاب شائع نہ کی جائے لیکن وہ باز نہ آئے۔کتاب شائع ہو کر سامنے آئی ہے تو پڑھنے والوں نے خفیہ ایجنسی کا ایک لرزہ خیز چہرہ دیکھا۔کتاب کی اشاعت کے بعد مصنف عبدالرحیم دوست کو اغواء کر لیا گیا۔وہ گزشتہ کئی ماہ سے لاپتہ ہے۔اس کے بھائی بدرالزماں کا کہنا ہے کہ اسے اسی خفیہ ایجنسی نے کہیں چھپایا ہے جس نے پانچ سال قبل انہیں گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیا تھا اور جس کے بارے میں عبدالرحیم نے اپنی کتاب میں سخت تنقید کی ہے۔ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی گزشتہ دنوں حکومت پاکستان سے احتجاج کیا تھا کہ اخبار نویس عبدالرحیم مسلم دوست کو عدالت کے روبرو کیوں پیش نہیں کیا جا رہا۔ستم ظریفی یہ بھی ہے کہ عبدالرحیم سے نہ تو کسی وکیل کو ملنے کی اجازت دی جارہی ہے اور نہ ہی اس کے بیوی بچوں کو ملنے دیا جاتا ہے۔

پاکستان کے حصے میں یہ منفرد اعزاز آیا ہے کہ وہ دنیا کا واحد ملک ہے جس نے خود اپنے ملک کے سینکڑوں شہریوں کو پکڑ پکڑ کر غیر ملک کے حوالے کیا۔اس سلسلہ میں گناہ گار اور بے گناہ کی بھی تمیز نہ کی گئی۔شاید یہ تاریخ انسانی کا پہلا واقعہ بلکہ سانحہ ہے کہ کوئی ملک خود اپنے شہریوں کو کسی دوسرے ملک کے حوالے کر دے اور کہے جو مرضی ہے ان سے سلوک کریں، ہم تعرض نہیں کریں گے۔اپنی کمزوریوں پر

پردہ ڈالنے اور اپنی کرسی کو مضبوط کرنے کے لئے ان حکمرانوں نے اپنے شہریوں کے ساتھ ساتھ دوستوں کی بھی پامالی کر دی۔اس غیر انسانی ،غیر اخلاقی اور غیر آئینی حرکت کی ایک اور اندوہناک بلکہ شرمناک کہانی پاکستان میں تعینات طالبان کے سفیر عبدالسلام ضعیف نے بھی اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ ملا عبدالسلام ضعیف کا کوئی جرم نہ تھا اور نہ ہی انہوں نے کوئی سفارتی آداب پامال کئے تھے لیکن ان کا بس یہ قصور تھا کہ وہ طالبان کے نمائندہ تھے اور 11 ستمبر 2001ء کے واقعہ کے بعد طالبان راتوں رات ہمارے لئے اچھوت بن گئے تھے۔

2 جنوری 2002ء کو پاکستان کی ایک خفیہ ایجنسی کے تین اہلکاروں نے اسلام آباد میں عبدالسلام ضعیف کی اقامت گاہ پہنچ کر انہیں یہ پیغام دیا تھا کہ عزت مآب سفیر صاحب، اب آپ مزید عزت مآب نہیں رہے۔ان میں سے ایک نے کچھ ایسا بھی کہا تھا کہ امریکی طاقت کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ وہ ملا ضعیف کو بتا رہے تھے کہ امریکہ آپ سے کچھ پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہے اور ہم آپ کو امریکیوں کے حوالے کرنے جا رہے ہیں تاکہ ان کا مقصد پورا ہو اور پاکستان ایک بڑے خطرے سے بچ جائے۔ یہ سب سن کر ملا ضعیف حیران رہ گئے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں سمجھا جانا چاہئے۔آخر اسلام کے محافظوں سے یہ توقع انہیں کیونکر ہو سکتی تھی۔ وہ خود انہی کے الفاظ کے مطابق چند سکوں کے عوض انہیں بطور تحفہ امریکیوں کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

انہیں سخت حفاظت میں پشاور لے جا کر چند روز وہیں پر رکھا گیا۔اس کے بعد ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر انہیں ایک ایسی جگہ لے جایا گیا جہاں ایک ہیلی کاپٹر ان کا منتظر تھا۔اس ہیلی کاپٹر کے انجن چالو تھے پھر کسی نے انہیں خدا حافظ کہہ دیا۔کچھ لوگ وہاں انگریزی بول رہے تھے۔ ملا ضعیف اپنی کتاب (جس کے کچھ حصے ایک معاصر نے اردو میں بھی شائع کیے ہیں) میں کہتے ہیں: ''ایک دم ہی انہوں نے مجھے دھکا مار کر زمین پر گرا دیا تھا۔چاروں طرف سے مجھ پر لاتوں کی بارش شروع ہوگئی۔ یہ حملہ اس قدر اچانک ہوا کہ میں حواس کھو بیٹھا ۔میری آنکھوں سے پٹی کچھ سرکی تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک طرف پاکستانی فوجیوں کی قطار اور اس کے علاوہ چند گاڑیاں بھی تھیں جن میں سے ایک جھنڈے والی گاڑی بھی تھی۔ میرے کپڑے اتار کر مجھے بے لباس کر دیا گیا تھا لیکن میرے سابقہ دوست یہ نظارہ خاموشی سے دیکھتے رہے ان کے ہونٹوں پر چپ کے تالے تھے میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔وہاں موجود پاکستانی افسران امریکیوں سے یہ تو کہہ سکتے تھے کہ یہ ہمارا مہمان ہے اور کم از کم ہماری موجودگی میں اس کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا جائے، وہ منظر میں اپنی قبر میں بھی نہیں بھول پاؤں گا''۔

امریکیوں کے ہاتھوں ملا ضعیف نے ناقابل بیان قسم کا تشدد جھیلا ہے۔انہیں پہلے افغانستان کے صوبے بگرام میں رکھا گیا۔وہاں سے وہ قندھار لے جائے گئے اور پھر بالآخر انہیں گوانتانامو بے منتقل کر دیا گیا۔ستمبر 2005ء میں وہ گوانتانامو بے سے رہا کر کے کابل لائے گئے ان پر کوئی الزام نہیں تھا اور نہ ہی ان کا کوئی جرم ثابت ہو سکا تھا۔انہوں نے امریکی حراست میں تقریباً چار سال گزارے۔

قارئین کرام، ہم نے کے جی بی کے قید خانوں کی تفصیلات بھی پڑھی ہیں لیکن اپنی تمام تر منفی خصوصیات کے باوجود انہوں نے بھی اپنے قیدی کبھی لوہے کے کنٹینروں یا پھر پنجروں میں بند نہیں رکھے تھے، یہ فن ہمارے امریکی مہربانوں نے کمال تک پہنچایا ہے۔

عبدالرحیم مسلم دوست اور عبدالسلام ضعیف کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اور کیا جا رہا ہے، اسے دوبارہ پڑھئے اور اپنے آئینے میں اپنا مقدر دیکھئے۔جس قوم کے حکمران اپنے شہریوں کو خود مشتبہ، مشکوک اور مجرم قرار دے کر غیروں کے حوالے کر دیں، اگر اس قوم کے دوسرے

شہریوں پر جب نیویارک کے جے ایف کے ایئرپورٹ اورلندن کے ہیتھروائیرپورٹ پر بے عزت کیا جاتا ہے، ان کی قمیصیں، پتلونیں، اور شلواریں اتروا کرانہیں رسوا کیا جاتا ہے تو ہمیں نہ کوئی حیرت ہونی چاہیئے اور نہ ہی امریکیوں اور برطانیوں سے گلہ اورشکوہ کرنا چاہیئے۔جس شخص کی گھر میں کوئی عزت نہ کرتا ہو۔باہر والے بھلا اس کی عزت کیوں کریں گے؟

(بشکریہ روزنامہ پاکستان جمعۃ المبارک 14 ذی الحجہ 1427ھ 5 جنوری 2007ء)